بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

آج سے تیس برس پیشتر جب اسلامیہ پارک کی ایک مختصر سی کوٹھی میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی گئی تو داعیِ تحریکِ اسلامی نے جن کے کندھوں پر متفقہ طور پر امارت کا گراں بوجھ بھی ڈالا گیا شرکاءِ اجلاس کو مستقبل کے خطرات سے آگاہ کیا۔ ترجمان القرآن میں جب یہ روداد شائع ہوئی تو ہم سب دوستوں کو جو اس وقت کالج میں زیرِ تعلیم تھے، یہ سارے خطرات موہوم نظر آئے۔ ہم اکثر یہ سوچتے تھے کہ آخر اس نیک اور مقدس کام کی کون بیوقوف مخالفت کرے گا۔ بندوں کی بندگی سے نکل کر خدا کی بندگی اختیار کرتے ہیں آخر کسے تامل ہوگا؟ خیر اور بھلائی کو بڑھتے اور پھلتے پھولتے دیکھ کر کس کا دل ناشاد ہوگا اور کون فلاح و بہبود کے اس کام میں تعاون کرنے سے گریز کرے گا؟ مگر جس وقت تحریکِ اسلامی کا قافلہ رواں دواں ہوا تو ہمارے ناپختہ ذہنوں کی توقعات کے عین برعکس ہمیں یہ محسوس ہونے لگا کہ لوگ نہ صرف اس دعوت کو قبول کرنے سے گریزاں ہیں بلکہ مختلف سمتوں سے اس کا راستہ روکنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ بعد میں جب مطالعہ و مشاہدہ میں ذرا وسعت پیدا ہوئی اور قرآن مجید کی دعوت اور انبیاء علیہم السلام اور دوسرے صلحاء کے حالات پڑھنے کا موقع میسر آیا اور انسانی تاریخ پر ایک نگاہ ڈالنے کی توفیق نصیب ہوئی تو اس وقت یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ جس مقدس کام کے بارے میں ہم یہ حسن ظن رکھتے تھے کہ یہ بغیر کسی مزاحمت کے آگے بڑھے گا اور انسانوں کی بھاری تعداد اور خاص طور پر امت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس قافلے کا والہانہ استقبال کرے گی اور اس کا ہر فرد بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس میں شریک ہو کر اسے منزلِ مقصود کی طرف لے جانے میں ممد و معاون ثابت ہوگا، وہ محض خام خیالی تھی جسے ہماری ذہنی ناپختگی نے جنم دیا تھا۔ اگر یہ کام اتنا آسان ہوتا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو، جو فی الحقیقت پوری انسانیت کا جوہر تھے، کبھی اتنی دشواریاں پیش نہ آتیں، جن سے وہ قدم قدم پر دوچار ہوئے اور انہیں کبھی انسانیت کے ہاتھوں، جس کی بھلائی کے لیے وہ بھرپور جدوجہد کر رہے تھے، وہ ناقابلِ بیان دکھ نہ

اٹھانے پڑتے جو اُنہیں اس کارِ خیر کو انجام دیتے ہوئے اٹھانے پڑے۔

پوری انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ گو بندگیٔ رب کا جذبہ انسان کا بالکل فطری جذبہ ہے اور اس بنا پر اس کی دعوت انسانی فطرت کی عین پکار ہے مگر اپنی فطرت سے اس قدر قربت اور مناسبت کے باوجود انسان کو بندگیٔ رب کے تقاضوں کو پورا کرنے پر آمادہ کرنا اور اسے اس راہ پر لگانا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ شیطان کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ اس نے انسانوں کو اپنی فطرت کا اگر یکسر باغی نہیں بنایا تو انہیں آمادۂ بغاوت ضرور کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ خود اپنی دشمنی پر اتر آتے ہیں اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو برباد کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں پھر شیطان کے اس کارنامے کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ کھلے دشمن کے طور پر بہت کم حملے کرتا ہے بلکہ انسان کا رفیق اور خیر خواہ بن کر اس کے ساتھ دوستی پیدا کر کے اُس کے اندر گھستا ہے اور آہستہ آہستہ اس کے جسم میں اسی طرح گردش کرنے لگتا ہے جس طرح کہ رگوں میں خون اور وہاں اتنا شدید بگاڑ پیدا کرتا ہے کہ معتقدات سے لے کر اعمال کی چھوٹی چھوٹی جزئیات تک میں کوئی چیز انسان کی فطرت کے مطابق نہیں رہتی بلکہ پورے کا پورا انسان اندر سے مسخ ہو کر رہ جاتا ہے اور پھر کمال یہ ہے کہ یہ دشمنِ انسان اس کے اندر احساسِ زیاں تک پیدا نہیں ہونے دیتا۔ وہ کفر و شرک ضلالت و گمراہی اور ظلم و عدوان کی ہر وادی میں بھٹکتا ہے مگر اس غلط فہمی کا برابر شکار رہتا ہے کہ وہ فلاح و کامرانی کی منازل طے کر رہا ہے۔ وہ خدا سے بغاوت کرتا ہے اور قدرت اسے اس جرم کا یہ مزہ چکھاتی ہے کہ اُسے چند حقیر دنیوی مفادات کی خاطر ذلیل سے ذلیل انسانوں کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتی ہے مگر اُس کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ وہ آرٹ کے نام پر فحاشی پھیلاتا ہے، وہ آزادی کے نام پر اخلاقی حدود و قیود کو توڑتا ہے اور اپنے ان کرتوتوں کے خوفناک نتائج اپنے سامنے دیکھتے ہوئے بھی عبرت حاصل نہیں کرتا۔ اس قسم کے نامساعد اور حوصلہ شکن حالات میں جو لوگ بھی انسانی فلاح و بہبود کے اس نیک کام کا عزم لے کر اُٹھیں اُنہیں اپنے اندر اگر زیادہ نہیں تو وہ کم از کم صفات تو ضرور پیدا کرنی چاہئیں جو اس قافلہ میں شریک انسانوں کے لیے نہایت ضروری زادِ سفر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ان صفات میں سب سے بنیادی اور نمایاں صفت یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے ہر کارکن کو اس بات کا پوری طرح

یقین ہونا چاہیے کہ جس دعوت کو وہ لے کر اُٹھا ہے یہ وہی دعوت ہے جسے بلند کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ اس دعوتِ حق کو قبول کرنے میں ہی انسانیت کی دنیوی اور اُخروی بھلائی کا راز مضمر ہے۔ اس دعوت کے علاوہ ہر دوسری دعوت انسانیت کے لیے بربادی اور موت کا پیغام ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ	مومن تو حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو اللہ
ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ	اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی
وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط اُولٰٓئِکَ	شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی
ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (الحجرات: ۱۵)	راہ میں جہاد کیا وہی سچے لوگ ہیں۔

اس راہ کا اصل سرمایہ ایمانِ کامل اور دعوتِ حق پر یقینِ محکم ہے۔ اس کے بغیر اس پر انسان ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ ایمانِ کامل درحقیقت وہی ہے جس پر شک و تذبذب کا سایہ تک نہ پڑا ہو۔ ایسا ایمان ہی مومن میں یہ حوصلہ اور عزم پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنی جان و مال سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر کے اس کے حضور میں بڑے ادب سے کہتا ہے کہ بتا تیری رضا کیا ہے؟

اس حقیقت کو حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے:

ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ	جو شخص اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین برحق
بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ	ہونے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر
رَّسُوْلًا ۔	دل و جان سے راضی ہوا۔ اُس نے فی الحقیقت ایمان
(صحیح مسلم)	کا مزہ چکھا۔

دین کی راہ چونکہ پھولوں کی سیج نہیں بلکہ ایک نہایت کٹھن منزل ہے اس لیے قرآن و سنت میں اس راہ میں استقامت دکھانے پر بے حد زور دیا گیا ہے۔

فَلِذٰلِکَ فَادْعُ ج وَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ ج	پس اے رسول انہیں اسی حق کی دعوت دیتے
وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ ج وَقُلْ اٰمَنْتُ	رہیئے اور آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسی پر جمے رہیئے۔ اور
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنْ کِتٰبٍ ج وَاُمِرْتُ	ان کی خواہشوں کو ہرگز نہ مانیئے اور کہہ دیجئے کہ اللہ
لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ ط	نے جو کتاب نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں
(الشوریٰ: ۱۵)	اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں

یعنی اہلِ باطل کی خواہشات کچھ بھی ہوں اہلِ حق کا منصب یہ ہے کہ وہ برابر حق کی دعوت پیش کرتے رہیں۔ حق پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں اور باطل کے ساتھ کسی مصالحت پر آمادہ نہ ہوں کیونکہ اگر انہوں نے باطل کے ساتھ سازگاری پیدا کر لی تو پھر حق کس طرح بلند ہوگا۔

خود حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعوت کی مشکلات کا کتنا واضح شعور اور احساس تھا اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ایک دن حضرت (عبداللہ) خباب بن الارت نے دربارِ رسالت میں عرض کی کہ آپ ہمارے لیے بارگاہِ الٰہی سے مدد کی دعا کیوں نہیں کرتے آپؐ اس وقت کعبہ کے سائے میں چادر سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ حضرت خباب کی یہ عرضداشت سن کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ اگلی امتوں میں آدمی پکڑے جاتے پھر اُن کے لیے گڑھے کھودے جاتے تھے اور ان میں اُنہیں لٹایا جاتا تھا۔ اور آرہ ان کے سروں پر رکھ کر سر کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے۔ اور لوہے کی کنگھی اُن کے سروں پر اس زور سے پھیری جاتی جو ہڈی اور گوشت میں دھنستی ہوئی نکل جاتی ۔ مگر یہ تکالیف اُنہیں اُن کے دین سے ہٹا نہ سکیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس کام کو ضرور پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت کی طرف چلے گا۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے گا۔ ہاں اسے اپنی بھیڑ بکریوں کے معاملے میں بھیڑیے کا خوف ہو سکتا ہے۔ مگر تم جلد بازی کرتے ہو۔

دعوتِ حق کی اساس چونکہ رضائے الٰہی کا حصول ہے اس لیے جو لوگ بھی اس دعوت کو صحیح مان کر اُسے سربلند کرنے کا عزم رکھتے ہیں اُن کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خالق اور مالک کے ساتھ نہایت گہرا تعلق استوار کریں۔ جتنا یہ تعلق مضبوط اور مستحکم ہوگا اسی نسبت سے وہ اپنے حقیقی مقصد یعنی اللہ کی رضا جوئی میں کامیاب اور آخرت میں کامران ہوں گے۔ اور جتنا یہ تعلق کمزور ہوگا اسی تناسب سے انہیں دنیا اور آخرت میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ خواہ وہ اہلِ دنیا کی نظر میں اپنے آپ کو کتنا ہی کامیاب و کامران ثابت کر دیں۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا	اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام "مسلم" رکھا تھا
لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا	اور اس "قرآن مجید" میں بھی تمہارا یہی نام ہے تاکہ
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا	رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔ پس نماز
الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۔ (الحج ۷۸)	قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔

خدا سے سچا تعلقِ خاطر پیدا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان فکر و نظر، عقیدہ و عمل، اخلاق و کردار اور سلوک و معاملات غرض پوری زندگی میں اس قانون کی نہ صرف بالادستی تسلیم کرے۔ بلکہ اس کی مکمل پیروی بھی کرے۔ جو شخص اپنی ذات اور اپنی زندگی کے اس محدود سے دائرے میں جس میں اسے دینِ حق کے نفاذ کا پورا پورا اختیار رہتا ہے اسے نافذ کرنے سے گریز کرتا ہے، تو اس سے آخر اس بات کی کس طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ پوری قوم اور سارے ملک پر بلکہ پوری انسانیت اور سارے کرۂ ارض پر اسے سربلند کرنے کے لیے جدوجہد کرے گا، بالغرض اگر وہ کسی وقتی جذبے کے زیرِ اثر اس راہ پر گامزن بھی ہو جائے تو جلد ہمت ہار دے گا کیونکہ دینِ حق کی دعوت کا کام اور اس کے لیے سرفروشانہ جدوجہد کوئی ایسی کاوش نہیں جسے کوئی فرد محض ازدحامی نفسیات کے طلسم میں گرفتار ہو کر کر سکے۔ اس کے لیے مقصد کا واضح شعور، اس کے ساتھ بے پناہ محبت، راستے کی مشکلات کے پورے احساس کے باوجود اس مقدس کام کو آگے بڑھانے کا عزمِ صمیم یہ اور اسی نوعیت کے دوسرے داعیات اور جذبات و احساسات اس دعوت کو پھیلانے کے لیے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جذبات و احساسات اسی صورت میں زیادہ موثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتے ہیں جب انہیں اپنی قوت کے اظہار کے لیے اجتماعی فضا میسر آتی ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی جڑیں اجتماعی ماحول میں نہیں بلکہ ایک فرد کے قلب و دماغ میں پیوست ہوتی ہیں۔ اور وہیں سے انہیں غذا کا بیشتر حصہ فراہم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ تحریک کے ہر کارکن کا دل محبتِ الٰہی سے معمور ہو اور وہ ہمیشہ اس بات کا فکرمند رہے کہ ذاتِ برحق کی محبت دنیا کی ہر دوسری چیز کی محبت پر غالب رہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ﹰاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔

(التوبہ : ۲۴)

اے نبی کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں

کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

دوسری صفت جو تحریک کے ہر کارکن کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے وہ خاموشی سے کام کرنے کی عادت ہے۔ ملک میں سیاسی ہنگامہ آرائی کی وجہ سے ایک ایسی فضا قائم ہو گئی ہے کہ جس میں نمائشی کاموں کی اہمیت غیر معمولی طور پر بڑھ گئی ہے۔ اِس مسموم فضا کے زہریلے اثرات سے ہمیں اپنے آپ کو پوری طرح بچانے کی فکر کرنی چاہیئے اور یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نیتوں کو دیکھتا ہے اور ان کے مطابق انسان کے اعمال کو جانچتا اور پرکھتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ خدا کی نظر میں خلوصِ نیت کے ساتھ معمولی کام کرنے والا زیادہ پسندیدہ ہو اور بڑے بڑے معرکے سر کرنے والا خاسر و خائب۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے کام کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک قابلِ رشک کون شخص ہے تو آپ نے فرمایا:

اَغْبَطُ اَوْلِیَائِی عندی لمومنٌ خفیف الحاذ ذو حظٍّ من الصلوٰۃ اَحسنَ عبادۃ ربہ و اَطاعہ فی السر کان غامضاً فی الناس لا یشار بالاصابع وکان رزقه کفافاً فصبر علی ذلك ثم نقد بیدہ فقال عجلت مَنِیَّتہٗ قَلَّتْ بواکیه قَلَّ تُراثُه۔

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

میرے نزدیک میرے احباب میں قابلِ رشک وہ بندہ مومن ہے۔ جو قلیل المال ہو، نماز سے بہرۂ وافر رکھتا ہو۔ اپنے پروردگار کی عبادت نہایت حسن و خوبی سے کرتا ہو۔ اپنی زندگی کے مخفی معاملات میں اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہو۔ اور گمنام سا ہو۔ اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کیے جاتے ہوں۔ رزق اس کے پاس بس اتنا ہو جس سے ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ اور وہ اس پر صبر اور قناعت کرے۔ پھر آپ نے چٹکی بجائی اور فرمایا کہ موت بھی اسے جلدی آجائے اسے رونے والے بھی کم ہوں۔ اور اس کا ترکہ بھی کم ہو۔

قریب قریب اسی مفہوم کی ایک حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی یوں درج ہے۔

عن سهل بن سعد قال مَرَّ رجلٌ علی

سہل بن سعد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لرجل عنده جالس ما رایك فی هذا۔ فقال رجل من اشراف الناس هذا والله حریٌّ ان خطب ان ینکح وان شفع ان یشفع قال فسکت رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم مرّ رجلٌ فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم ما رایك فی هذا فقال یا رسول الله هذا رجل من فقراء المسلمین هذا حری ان خطب ان لا ینکح وان شفع ان لا یشفع وان قال ان لا یسمع لقوله فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا خیر من ملأ الارض مثل هذا۔

(صحیح بخاری ومسلم)

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ آپ نے پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے کہا۔ اس شخص (گزرنے والے) کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ شخص شرفاء میں سے ہے۔ واللہ اس قابل ہے کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو اس کے ساتھ نکاح کر دیا جائے۔ اور اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر خاموش رہے۔ بعدازاں ایک اور آدمی گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا یا رسول اللہ یہ شخص تو غریب مسلمانوں میں سے ہے اس کی حیثیت یہ ہے کہ اگر یہ کسی کو پیغام نکاح بھیجے تو اس کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے۔ اگر کسی کی سفارش کرے تو اسے قبول نہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی بات کرے تو اس کی بات کو توجہ سے سنا نہ جائے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ موخر الذکر شخص بہتر ہے اُن اول الذکر تمام شرفاء سے جو چاہے اتنی بڑی تعداد میں ہوں کہ اُن سے روئے زمین بھر جائے۔

ہماری اِن گذارشات کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ بندۂ مومن کو نمایاں کام کرنے سے ہمیشہ گریز کرنا چاہیئے اور اس بات کا التزام کرنا چاہیئے کہ اس کی زندگی بالکل گمنامی میں بسر ہو، بلکہ ہمارے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ بندۂ مومن کو زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر مرتبہ اور مقام پر جو جماعت اور معاشرے میں اسے حاصل ہے۔ صرف خدا کی (باقی بر صفحہ ۴۵ پر)

(بقیہ اشارات)

رضا کے لیے کام کرنا چاہیے اور بالواسطہ اور بلاواسطہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنی چاہیے جس کا مقصد اپنی ذات اور شخصیت کو مصنوعی طور پر ابھار کر لوگوں کے اندر نمایاں کرنا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا کہ لوگوں میں افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

کل مخموم القلب صدوق اللسان	ہر وہ شخص جو مخموم القلب اور صدوق اللسان
قالوا صَدُوق اللسان نَعرِفہٗ فما	ہے۔ صحابہ نے عرض کی کہ صدوق اللسان کا مطلب تو ہم
مخموم القلب قال ھو التقی النقی	سمجھتے ہیں مگر مخموم القلب سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا:
لا اثم علیہ ولا بغی ولا غل ولا	اس سے مراد صاف ستھرا اور پرہیزگار آدمی ہے جس کے
حسد	دل پر کوئی گناہ کا داغ نہ ہو۔ نہ بغاوت کا نہ خیانت
(ابن ماجہ)	کا نہ حسد کا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ بندۂ مومن کو ایک سیدھے سادھے، خدا سے ڈرنے والے، برائیوں سے بچنے والے اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصے لینے والے انسان کی طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اگر معاشرہ اس کی صلاحیتوں کے پیش نظر اُسے قیادت کے منصب پر فائز کرتا ہے تو پھر اسے اس منصب کی ذمہ داریوں کو نہایت خلوص اور دلسوزی کے ساتھ سرانجام دینے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اگر جماعت یا معاشرہ اسے اس قابل نہیں سمجھتا تو پھر اسے ایک عام فرد کی حیثیت سے اُن سارے فرائض کو ادا کرنا چاہیئے جو مسلمان کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتے ہیں۔ اسے یہ بات ہمیشہ نگاہ میں رکھنی چاہیئے کہ اگرچہ کاخ وایوان کے سب سے اوپر کے کنگرے یا برج و مینار لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنتے ہیں مگر ان کے استحکام کا سارا دارومدار ان بنیادوں پر ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کی نظروں سے یکسر مستور زیر زمین ان رفیع الشان عمارات کو سہارا دیے ہوئے ہوتی ہیں۔ ان عمارات کا حفظ و بقا صرف ان بنیادوں کا رہین منت ہوتا ہے۔ چنانچہ تحریک اسلامی کی عمارت کو اٹھاتے ہوئے جہاں کچھ لوگ اس کے گنبد و مینار تعمیر کرنے پر مامور ہوتے ہیں، بعض کو اس کی زیبائش و آرائش کا ایسا کام سپرد کیا گیا ہے، جو عوام کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنے کا باعث بن سکتا ہے وہاں اُن خاموش اور سیرت و کردار کے لحاظ سے نہایت مضبوط کارکنوں کی بھی اشد ضرورت ہے جو اس تحریک کے لیے ٹھوس بنیاد کا کام دے سکیں اور شہرت کی آزمائش سے بالکل محفوظ رہ کر خدا کے ہاں اپنے نیک اعمال کا پورا پورا اجر پا سکیں زیادت اور

سیادت اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی قوت اور ناموری سے اگرچہ انسان نیکی اور بھلائی کے بہت سے کام سرانجام دے سکتا ہے مگر اس سے انسان ایک بہت بڑی آزمائش کی زد میں بھی آجاتا ہے جس سے بچ نکلنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا الا یہ کہ خداوند تعالیٰ اس پر اپنا خاص فضل کر کے اُسے اُس آزمائش میں پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسری چیز جس کی طرف جماعت کے وابستگان کو خاص طور پر توجہ دینی چاہیے وہ حیاتِ دنیا کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ اسلام میں بلاشبہ ترکِ دنیا اور رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں اور ایک مسلمان کے لیے اخروی فلاح کی جو منزل متعین کی گئی ہے اُس تک پہنچنے کا راستہ دنیا کے ویرانوں میں سے نہیں بلکہ حیاتِ انسانی کے ہنگاموں میں سے گزر کر جاتا ہے مگر اس حقیقت کو ہرگز نہ بھولنا چاہیئے کہ ایک مومن کا تعلق اِس دنیا سے بسْ اتنا ہی ہونا چاہیئے جس کی نشاندہی اِس دنیا کے سب سے بڑے حقیقت شناس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اِن الفاظ میں کی ہے:

مالی و للدنیا وما انا والدنیا الا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح وترکھا۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ، بروایت ابن مسعودؓ)

مجھے مال و اسبابِ دنیا سے کیا تعلق ہے؟ میری اور دنیا کی مثال تو کچھ ایسی ہے جیسے ایک مسافر ایک سایہ دار درخت تلے کچھ دیر آرام کر کے بعد ازاں اسے چھوڑ کر چل دے۔

ایک مسلمان کی نظر میں سب سے قیمتی سرمایہ اللہ کا دین ہے اور اس کے مقابلے میں دنیا کی ہر چیز بالکل ہیچ اور بے وزن ہے اس لیے اسے دنیوی مال و متاع کی کسی بڑی سے بڑی مقدار اور قوت و اقتدار کے کسی اونچے سے اونچے منصب سے بالکل مرعوب نہ ہونا چاہیئے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ (الحجر ۸۷-۸۸)

اور ہم نے آپ کو سات دہرائی جانے والی آیتیں اور عظمت والا قرآن عطا فرما دیا ہے تو آپ اس فانی متاع کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جو ہم نے ان کے مختلف طبقوں کو دے رکھا ہے۔

اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ بلاشبہ تم بے سروسامان اور بے کس و مظلوم ہو لیکن خدا نے تمہارے دلوں کو قرآن حکیم جیسی لازوال دولت سے غنی کر رکھا ہے۔ اِس عظیم دولت

اور رشد و ہدایت کے اس سرمدی چشمے کے مقابلے میں دنیوی جاہ و جلال اور قوت و اقتدار کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے؟ تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ کائنات کا سب سے بیش قیمت سرمایہ ہے اور جس کے پاس یہ سرمایہ ہے اُس کے قلب و نگاہ کو دنیا کی کوئی دوسری چیز مسخر نہیں کر سکتی۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل و عیال نے جس بے سروسامانی میں اپنی زندگیاں بسر کیں اُن سے کون ناواقف ہے؟ درآنحالیکہ دنیوی ساز و سامان کی بہت بڑی مقدار اُن کے قدموں میں بڑی آسانی کے ساتھ ڈھیر کی جا سکتی تھی۔ ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھے یہ پیشکش کی کہ بطحائے مکہ کے علاقہ کو میرے لیے سونا بنا دے لیکن میں نے عرض کی "اے میرے پروردگار! ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور دوسرے دن بھوکا رہوں۔ جس دن بھوکا رہوں تجھے یاد کروں اور تیری جناب میں گڑگڑاؤں اور جس دن سیر ہو کر کھاؤں تیری حمد کروں اور تیرا شکر بجا لاؤں" اور یہ امرِ واقعہ ہے کہ رسولِ پاکؐ نے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی زندگی اس طرح بسر کی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "کبھی ایسا نہیں ہوا کہ دو روز متواتر آپ نے جَو کی روٹی کھائی ہو" حضرت انسؓ سے مروی ہے "بارہا ایسا ہوا کہ آپ کے ہاں ایک صاع (تین چار سیر) کے برابر بھی کوئی جنسِ خوردنی نہ ہوتی حالانکہ آپؐ کی نو بیویاں تھیں" اور اگر کبھی ڈھیروں دولت آپ کے پاس آ جاتی تو آپؐ سب کچھ حاجتمندوں میں تقسیم کر دیتے۔

دینی درسگاہ

الکلیۃ الاسلامیہ (رجسٹرڈ)

الکلیۃ الاسلامیہ میں تفسیر و حدیث اور اُردو، فارسی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

الکلیۃ الاسلامیہ میں تحریکِ اسلامی کے کارکن تیار کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

الکلیۃ الاسلامیہ میں طلباء کے لیے کتب کے علاوہ طعام و قیام کا بھی انتظام ہے۔

الکلیۃ الاسلامیہ آپ کے بچوں کے لیے بہترین درسگاہ اور صدقات و عطیات کا بہترین مصرف ہے۔

(مولینا) محمد رفیق مجاہد معتمد الکلیۃ الاسلامیہ رحیم یار خان۔ فون ۲۰۸